زیر سرپرستی

غوث زماں قطب دوراں قدوۃ السالکین الحاج پیر عبد الستار شاہ

سجادہ نشین پیر بھچر شریف من مضافات دینہ ضلع جہلم

مقدمہ تاریخ ادھم شاہی

حصہ اول

مصنف

اعلیحضرت شیخ المشائخ علامہ الحاج پیر عبد الواحد شاہ

المعروف پیر ودھمن شاہ قدس سرہ العزیز

مؤلف

صاحبزادہ محمد جبریل اختر شاہ

آستانہ عالیہ پیر بھچر شریف ضلع جہلم

وفات ۱۴۴۵ھ / ۲۰۲۳ء

ہدیہ ۵/- روپے

امام شریعت شیخ طریقت شرف زہاد، فخر عباد علامہ الحاج سید عبدالواحد شاہ المعروف پیر دھمن شاہ
صاحب قدس سرہ العزیز آستانہ عالیہ قادریہ، پیر بھچر شاہ (ضلع جہلم)

تقریظ

از قلم سید بنی شاہ خطیب جامع مسجد آستانہ عالیہ پیر بھجر شریف ۔ ساکن ھڈالہ ۔ ضلع جہلم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ المجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

و اصحابہ و اولیاء و المومنین اجمعین

حمد و ثنا بے حد بے انتہا اُس خالق موجودات ارضی و سماوی کو زیبا ہے ۔ کہ جس کی کنہ کی حقیقت کو کوئی عاقل و دانا نہ پا سکا ۔ نہ پائے گا ۔ قدرت کی بوقلمون رنگنیاں صبح و شام موت و حیات بحر و بر ۔ حجر و شجر کی گلکاریاں بلکہ کائنات کا ہر ذرہ اپنی حقیقت میں منفرد دیکتا اس کی وحدت کے ثبوت میں تصدیق کر رہا ہے ۔ ہر چیز کا ارتقاء اور فناہ کل شیئ ھالک کی صریح دلیل ہے ۔ اس کی ثنا احاطہ تحریر میں لانا انسان ضعیف البیان کی کیا مجال ایں امر محال ۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار ما سوا کے ہر چیز فانی ہے ۔ وہی ذات اقدس و بالا تر ہے ۔ وہی حی وہی قیوم وہی اوّل و آخر نہ ابتدا نہ انتہا اس قادر مطلق خالق کل نے اپنی تمام مخلوقات سے بنی نوع انسان کو مختص فرمایا ۔ بنی نوع انسان سے انبیاء علیہ السلام کو مخصوص انعامات سے نوازا ۔ اس کے بعد صالحین صادقین اولیاء اللہ لا خوف علیھم کو دیگر مخلوق کو فائز کیا ۔ اولیا عظام کو اللہ تعالےٰ نے اپنے عطیات خاص دے کر کائنات پر تصرف عطا فرمایا ۔ اور اولیاء اللہ کا سورج کبھی بھی غروب نہیں ہوگا ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

اَفَلَتْ شموس الاوّلین و شَمسُنا

اَبداً علیٰ افقِ العلیٰ لا تغرِب

اولیاء کرام دنیا فانی میں موجود ہوں یا پھر پردہ فرما جاویں اُن کی عظمت و شان جو خدائے ذوالجلال نے عطا کی ہے ۔ اظہر من الشمس ہے ۔

موجودہ صدی میں حضور پرنور حضرت سراج السالکین سید عبدالستار شاہ سجادہ نشین پیر بھجر شریف کا

شمار برگزیدہ ہستیوں میں پایا جاتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ المشائخ امام شریعت و طریقت حضرت علامہ الحاج پیر عبدالواحد شاہ المعروف پیر دمنؒ کا شمار اُس وقت کے مشائخ میں صف اول میں شمار کیا جاتا تھا۔ جس زمانہ میں پیر صاحب گولڑہ شریف پیر مہر علی شاہ صاحبؒ عاشق صادق جناب مصنف مشہور معروف کتاب سیف الملوک میاں محمد بخش صاحبؒ سجادہ نشین دربار عالیہ غازی قلندر کھڑی شریف نے اپنی ولایت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے۔

خاکسار ناچیز کو یہ فخر حاصل ہے۔ کہ علامہ الحاج پیر عبدالواحد شاہؒ کا شاگرد عزیز بھی ہے۔ تمام زندگی آپ کی آغوش شفقت میں رہا۔ اہل علم سے یہ راز پوشیدہ نہیں ہے۔ جو شخص ساری زندگی ایک آدمی کے ساتھ گذارے وہی اس شخص کی شخصیت کے متعلق بہتر جان سکتا ہے اگر ناچیز علامہؒ کے متعلق کچھ تحریر کرے تو پھر ان کی شان میں کوئی چیز پیش کرے تو وہ ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر جاتی۔ آپ کا ہر لحظہ ہر ساعت اور ہر لمحہ یاد خدا سے غافل نہ تھا۔ آپ کی علمی اور روحانی فیوض و برکات اظہر من الشمس ہے۔ علمی ادب میں علامہ موصوف نے جو قلمی نسخہ جات چھوڑے ہیں۔ وہی ایک کامل کتب خانہ ہے۔ مگر اس سے بیشتر زینت صندوق بنی رہیں۔

اب آپ کے جواں سال پوتے فاضل نوجوان صاحبزادہ محمد جرجیس اختر نے اپنے علمی ذوق سے اس کی طباعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور انہیں منظر عام پر لانے کا تہیہ کر رکھا ہے میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالے فاضل نوجوان کو اپنے آباؤ اجداد کے علمی خزائن کو اجاگر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید نبی شاہ
ٹہ الہ ضلع جہلم

اسلامی ... لائبریری ... ضلع چکوال

بسم اللہ تعالیٰ

تقریظ

از ماسٹر محمد عبد المجید قادری چشتی۔ دربار دینہ شہید۔ دینہ (جہلم)

یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے۔ کہ پاکستان میں مشائخِ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک سرکردہ خاندان بمقام پیر بھچر شریف متصل دینہ ضلع جہلم صدیوں سے عوام کے دلوں پر حکومت کر رہا ہے یہ حقیقت ہے کہ جس طرح سرکردہ صوفیاء شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ ان کے نامور پوتے حضرت قبلہ خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ اور عمدۃ الواصلین حضرت سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوری رضی اللہ عنہ کے حلقہ کو آپ کے معروف پوتے حضرت امیر حزب اللہ ابو البرکات سید محمد فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور سراج السالکین حضرت نوشہ گنج بخش رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سید ابو الکمال پیر غلام رسول شاہ برقؔ صاحب سجادہ نشین ڈوکہ شریف گجرات نے اپنے اپنے دور میں بے مثال ترقی دی۔ یہی حال یہاں ہے۔ کہ موجودہ وقت میں حضور پر نور قدوۃ السالکین حضرت الحاج ابو الامان پیر محمد عبد الستار شاہ مدظلہ العالی زیب آستانہ عالیہ ہیں۔ اور سجادہ نشین حضرات میں عمر رسیدہ ہستیوں میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سراج السالکین حضرت قبلہ پیر عبد الواحد شاہ المعروف پیر دمن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ آپ نے شمالی پنجاب اور کشمیر کے علاقہ میں جو کارہائے نمایاں انجام فرمائے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آپ نے جہان علمی اور روحانی فیوضات سے نوازا۔ وہاں آپ کے عالی شان کتب خانہ کی نادر کتب کے ذخیرہ میں آپ کے تحریری نسخہ جات موجود ہیں۔ جو اس سے پیشتر الماری کی زینت تھے۔ مگر اب بمصداق:

كُلُّ أَمْرٍ مَرْهُونٌ بِأَوْقَاتِهَا

آپ کے جواں سال پوتے فاضلِ نوجوان صاحبزادہ محمد جرجیس اختر شاہ صاحب نے اپنے علمی ذوق سے ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔ اور اس خاندان کے کارہائے نمایاں جو آج تک عوام کی نظروں میں عیاں نہ تھے۔ انہیں منظرِ عام پر لانے کا تہیہ کر لیا ہے۔ آپ کا یہ کارنامہ چودھویں صدی ہجری کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ اور لوگ کہا کریں گے۔ کہ:-

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

چونکہ مجھے قادری مسلک سے نسبت ہے اور میرے اس خاندان عالی شان سے قریبی مراسم ہیں۔ اس لئے میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ کہ وہ وقت دور نہیں۔ جب آپ کے مایہ ناز نونہال اپنے آباؤاجداد کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا فرمائیں گے۔

اللہ تعالےٰ عزیزِ محترم کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد عبدالمجید

۲۲ ۳/۷۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ اللہ الذی لا الہ الا ھو ونصلی علی رسولہ الذی لا نبی بعدہ وعلی کل من اتبعہ من الصحابۃ ومن بعد الی یوم القیامۃ

ذرا اس کائنات پر نظر ڈالیے تو صاف صاف عیاں ہے۔ کہ کائنات کی ہر چیز ہر لحظہ ہر لمحہ اور ہر ساعت تغیرات کی متحمل ہے۔ جمادات ونباتات وحیوانات وجمالیات، تر وخشک، ٹھوس ومائع، تغیر وتبدل کا حامل ہے۔ ذرا اسا اور تدبر کریں۔ غور وخوض فرمائیں تو پردہ سے عیاں ہو جاتا ہے کہ تغیرات نہ صرف اجسام واجرام میں ہوتے ہیں۔ بلکہ قانون فطرت کے تحت تسلسل اور باقاعدگی سے تمدن، خیالات عادات، اخلاقیات اور مذاہب میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ سلطنتیں قائم ہوتی ہیں۔ ان کے بارے میں بلند بانگ دعوے سننے میں آتے ہیں۔ شان وشوکت جاہ وجلال وحشمت کے گیت گائے جاتے ہیں۔ مگر حالات چونکہ تغیرات کے حامل ہیں۔ اس لیے جب حالات پالٹنہ پلٹے ہیں۔ تو رفتہ رفتہ وہی سلطنتیں صفحۂ ہستی سے اس طرح ختم ہو جاتی ہیں۔ جس طرح کہ معرض وجود میں آئی تک نہیں ہیں۔ ان کی شان وشوکت جھوٹے افسانوں کا روپ دھار لیتی ہیں۔

یہی تغیرات دیگر امور میں بھی پیش آتے ہیں۔ معاشرہ بنتا ہے۔ تہذیب کہلاتا ہے۔ تمدن اجاگر ہوتے ہیں۔ خیالات وعادات میں اخلاقیات وسیاسیات میں ایک منفرد قسم کا روپ آتا ہے۔ تحریکات معرض وجود میں آتی ہیں۔ انجمنیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ سوسائٹیاں بنتی ہیں یہی اتحاد وتحریکات عظیم الشان طاقت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اور پھر قانون فطرت تصویر کا دوسرا رخ ہمارے سامنے لاتا ہے۔ تحریکات سست پڑ جاتی ہیں۔

انجمنیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ اتحاد بہت تنقید بن جاتے ہیں۔ ان کو چلانے والے کاہل اور سست پڑ جاتے ہیں۔ انفرادی حرص اجتماعی مفادات پر مقدم ہو جاتی ہے۔ ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے اجتماعی مفادات کو پسِ پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ آخرش تمام محرکات و انقلابات بے روح ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بڑی باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ عمل میں آتے ہیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فطرت کے واقعات نے حالات بنی آدم میں جو تغیرات پیدا کئے ہیں اور انسان نے عالم فطرت پر جو اثر ڈالا ہے۔ آج دنیا میں جو تہذیب و تمدن، معاشرہ، خیالات و عادات اخلاقیات و سیاسیات موجود ہیں۔ وہ تمام کے تمام گذشتہ واقعات کا نعم البدل ہے۔ اور ان واقعات کو اس طرح ترتیب دینا کہ جس سے ظاہر ہو کہ موجودہ واقعہ گذشتہ واقعہ سے کیونکر پیدا ہوا۔ اور اسی کا نام علم تاریخ ہے۔

دنیا میں ہر سبب کا مسبب ہے۔ ہر حادثہ کسی حادثے کا اثر ہے۔ ہر فعل کسی فعل کا متقاضی ہے۔ ہر امر کسی امر کا آئینہ دار ہے۔ ہر واقعہ کسی واقعہ کا نعم البدل ہے۔ ہر عادت کسی عادت کا جواز ہے۔ ہر خلق کسی اخلاق کا نمونہ ہے۔ اور یہ تمام ایک کلی قانون کے تحت ادا ہو رہے ہیں۔ ان حوادث و واقعات کی رونمائی کو اگر ہم نے سنت اللہ فی الدنیا کا نام دے دیں تو یہ اس کے لئے صحیح ترین تعبیر ہو گی۔ اور اس سنت اللہ فی الدنیا کو احاطہ تحریر میں لانے کا نام علم تاریخ ہے۔

ان تعریفات کی بنا پر تاریخ کے لئے دو باتیں لازم ہو جاتی ہیں۔

(۱) جس عہد اور جس زمانے کا حال تحریر کیا جاوے۔ اس عہد کے حالات و واقعات۔ تمدن، معاشرت اخلاقیات۔ عادات۔ تہذیبات بلکہ ہر نشیب و فراز زندگی کا بغور جائزہ بھی ضبط تحریر میں لایا جائے

(۲) واقعات میں مسبب اور سبب کی جستجو ہونی چاہیئے۔

مندرجہ بالا لازمی وجوہات کی بنا پر ہم تاریخ قدیم اور تاریخ جدید میں موازنہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ تو آئیے ذرا قدیم تاریخوں پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ کہ تاریخ قدماء

میں یہ دونوں لازمی شرائط مفقود ہیں۔ ان تواریخ میں معاشرہ کے حالات تہذیب وتمدن وغیرہ کا تو سرے سے ہی ذکر مذکور نہیں ہے۔ بس حاکم وقت کے حالات بلکہ ان میں بھی جنگ وجدل یا پھر خانہ جنگیوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ زمانہ قدیم میں شہنشاہیت کا رواج تھا۔ شہنشاہ کے سامنے تمام قوانین تمام عظمتیں اور اقتدار ہیچ تھا۔ لحاظہ اس کا لازمی اثر تاریخ پر پڑا۔ اور مورخین نے حاکم وقت کے حالات ان کی عظمت وجلال کے علاوہ تاریخ کے صفحات پر احاطہ تحریر میں نہ لایا۔

ردوئم اسلسلہ اسباب پر توجہ نہ کرنے کا سب سے بڑھ کر اثر یہ ہوا کہ علم تاریخ ہمیشہ ان لوگوں کے ہاتھ میں رہا جو نہ فلسفہ میں اور نہ ہی علم تاریخ سے کما حقہ، آشنا تھے۔ نیجتاً تاریخ کے اصول ونتائج پر بھی نظر ڈالتے جائیں۔ جہاں تک تاریخ عرب کا تعلق ہے تو اس میں تہذیب وتمدن یا دیگر فنون زندگی کا ذکر نہیں ملتا۔ اور یہ خامی صرف اسلامی تواریخ میں نہیں پائی جاتی بلکہ ایشیائی تواریخ میں بھی اس کا ذکر بالکل مفقود ہے۔ جس کی وجہ ہم نے اوپر بیان کر دی ہے۔ مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ حدیث وروایت کا پلہ ہمیشہ دُرایت سے بھاری رہا ہے۔ مگر بتقاضائے انصاف کے دُرایت سے جس قدر کام لیا گیا ہے۔ نہ لیا جانے کے برابر ہے۔ اور اس لازمی فن پر کسی مؤرخ کی نظر نہ پڑی۔

آخر آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن خلدون نے فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ اور اصول علم تاریخ مرتب کیے۔ لیکن وہ کام بھی ادھورا رہ گیا۔ بعد ازاں علمی تنزل اور باعث تقلید یہی سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہا۔ ایک اور بڑی وجہ علم تاریخ میں جو واقعات، حالات درج ہوتے ہیں ان کا دیگر فنون زندگی سے گہرا رابطہ اور رشتہ ہوتا ہے۔ مثلاً انتظامی امور

قانون و آئین سے متعلق ہیں۔ اخلاقیات علم اخلاق سے۔ تہذیب و تمدن مذاہب سے۔ جنگ و جدل فنِ حرب و ضرب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مورخین کی تصانیف سے یہ بات دماغ میں پیدا ہوتی ہے کہ وہ مندرجہ بالا امور سے کماحقہٗ واقف نہ تھے۔

اس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ مورخ جو واقعات و حالات ضبط تحریر کرتا ہے اس میں مورخ کا ماہر ہونا لازمی ہے۔ اور واقعات کو علمی حیثیت سے دیکھے۔ اگر مورخ میں یہ امور ناپید ہیں تو اس کی نظر سرسری اور سطحی معلومات تک محدود رہے گی۔ اور اس کی مثال ایک عام آدمی سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ اور یہ قصہ بچہ سقہ کی بادشاہی کا ہمارے سامنے زندہ مثال ہے۔ پھر جس طرح ایک کاشت کار جو رموز کاشت کاری سے مکمل واقفیت رکھتا ہے۔ وہ معمار کے لئے گائیڈ بک (GUIDE BOOK) تخلیق کر دے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ انتظامی امور ہوں، یا پھر جنگی فنون ان کے بارے میں اور ان کی حیثیت کا علم نہ ہو سکا۔ اگر مورخین خود قانون دان ہوتے یا پھر خود جنگی امور سے واقف ہوتے۔ تو آج تاریخ کے صفحات پر فنِ حرب و ضرب۔ آئین اور اصول آئین، اخلاقیات اور علم اخلاقیات سیاسیات اور اصول سیاسیات اور تہذیب و تمدن جیسے لازمی عنصر کو عروج حاصل ہوتا۔

یہ تھی وہ علمی بحث جو ہم نے قدیم تواریخ پر کی ہے۔ مگر اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ جو مواد قدیم تواریخ سے ہمیں ملا ہے اس کی صحت اور عدم صحت پر کہاں تک انحصار کیا جا سکتا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ کونسی کسوٹی ہے۔ جس سے مواد کی صحت اور عدم صحت کو پرکھا جا سکے۔ تو یہ بات ذہن میں گردش کرتی ہے۔ جو واقعات تواریخ میں موجود ہیں۔ کیا مورخ نے بچشم خود دیکھ

کر ضبط تحریر کئے۔ یا پھر روایت سے کام لیا گیا ہے۔ بچشم خود کا معاملہ تو ٹیڑھا سا ہے۔ بہرحال روایت پر انحصار کیا گیا ہے۔

دوم جو واقعات رقم ہیں۔ کیا ان کو عقل تسلیم کرتی ہے۔ کیا عقلی اور نقلی لحاظ سے پورے اترتے ہیں۔ اب ہمارے پاس دو قانون ہیں۔ اوّل سلسلہ روایت۔ دوم درایت۔ روایت سے مراد کہ جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ کیا راوی اس واقعہ میں موجود تھا۔ کیا اس نے حواس خمسہ سے اس واقعہ کو سنا اور دیکھا ہے۔ اور یہ سلسلہ اخیر راوی تک تسلسل کے ساتھ بیان ہوتا رہا ہے کیا ان کی روایت میں تسلسل باضابطہ ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی تحقیق لازمی ہے۔ کیا راوی صحیح راوی ہے۔

دوم درایت :۔ درایت سے مراد کہ جو واقعہ تحریر کیا گیا ہے۔ کیا اس کو عقلی لحاظ سے راست ثابت کیا جا سکتا ہے۔

ان امور میں مسلمان مورخین بے شک اور بلاشبہ فخر کر سکتے ہیں۔ مسلمان مورخین نے روائیت میں جس قدر جستجو کی۔ جس طرح تحقیق کی۔ مسلسل سند کی تحقیق۔ روایوں کے متعلق چھان بین احسن طریقہ سے بہم پہنچائی۔ وہ اپنی جگہ علم تاریخ میں گراں قدر خدمت ہے۔ آج ان کی تحقیق و جستجو علم تاریخ میں ایک فن بن گیا ہے۔ اگرچہ یہ سلسلہ احادیث سے شروع ہوا۔ مگر مسلمانوں نے اس سے بھرپور استفادہ حاصل کیا۔ طبری۔ فتوح البلدان اور طبقات ابن سعد میں تمام واقعات بسند موجود ہیں۔ اصول درایت بے شک موجود ہے۔ چنانچہ ابن خرم۔ ابن القیم اور خطابی وغیرہ نے متعدد روایتوں کی تنقید میں اصول درایت سے کام لیا ہے۔ چنانچہ ابن خلدون نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں درایت کے اصول کو ا پ یا ے۔ علامہ نے تحریر کیا ے۔ کہ :۔

إِنَّ الأَخْبَارَ إِذَا اُعْتُمِدَ فِيهَا عَلَى مُجَرَّدِ النَّقْلِ وَلَمْ تُحَكَّمْ أُصُولُ الْعَادَةِ وَقَوَاعِدُ السِّيَاسَةِ وَطَبِيعَةُ الْعُمْرَانِ وَالأَحْوَالِ فِي الاجْتِمَاعِ الإِنْسَانِيِّ وَقِيسَ الْغَائِبُ فِيهَا بِالشَّاهِدِ وَالْحَاضِرِ بِالذَّاهِبِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَنْ فِيهَا مِنَ الْعُثُورِ۔

(ترجمہ) خبروں میں اگر روایت پر ہی اعتبار کر لیا جاوے۔ اور اصول عادت و قواعد سیاست اور انسانی معاشرہ کے تقاضے کا لحاظ اچھی طرح نہ کیا جاوے۔ غائب کو حاضر پر۔ حال کو گذشتہ پر قیاس نہ کیا جاوے۔ تو اکثر لغزش سرزد ہو سکتی ہے

علامہ موصوف نے واقعہ کی تحقیق کے بارے میں راویوں پر جرح و تعدیل سے پرہیز کیا ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا واقعہ ممکن ہے یا نہیں۔ کیونکہ واقعہ کا ہونا ہی ممکن نہیں۔ تو راوی کا عادل ہونا ہی بے کار ہے۔ اس میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ کہ ان مواقع پر امکان سے امکان عقلی مراد نہیں۔ بلکہ اصول عادت اور اصول تہذیب و تمدن ہونا مراد ہے۔

اہمیت تاریخ

چونکہ ہر شے میں ایک کلی قانون کے تحت تغیر ہے۔ جس پر ہم اوپر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ اور ان تغیرات کو ہم نے سنت اللہ فی الدنیا کے اسم سے اس لئے موسوم کیا ہے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنی مقدس کتاب میں بار بار تاریخی واقعات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ کتاب مقدس میں لوگوں کے واقعات پر تدبر کی دعوت دی گئی ہے

واقعات ومشاہدات پر غور وخوض۔ قوموں کے عروج وزوال۔ کمزوریوں اور خامیوں سے آگاہی اور اسباب وعلل کی نشاندہی کی تاکید فرمائی ہے۔ تاکہ انسان اپنا لائحہ عمل تیار کرنے سے پیشتر ان اغلاط سے پرہیز کر سکے۔ جن کی وجہ سے قومیں تباہی و بربادی اور زبوں حالی میں گرفتار ہوتی ہیں اور یہی اہمیت تاریخ ہے۔

زیر نظر کتاب "تاریخ اوھم شاہی" مصنف اعلیحضرت بادشاہ مشائخ۔ امام شریعت شیخ طریقت شرف زوہاد۔ فخر عباد علامہ الحاج سید عبد الواحد شاہ المعروف پیر دھمن شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے تمام خامیوں سے پرہیز کرتے ہوئے واقعات سے پردہ اٹھایا ہے۔ جن سے قوموں کے زوال و کمال بگڑتے اور سنورتے ہیں۔ اور ایک عاشق صادق رسول اللہ نے تاریخ اسلام کی جو خدمت سرانجام دی ہے۔ وہ رہتی دنیا میں قائم ودائم رہے گی۔

ناچیز

صاحبزادہ محمد حرجبیں اختر شاہ

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ

پیر جھو شریف

وفات ۱۹۸۵/۲۳/۲۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبب تالیف

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش
عذر بہ درگاہ خدا آورد

الحمد للہ خالق کائنات جس کے لئے حمد و ثنا ہے۔ جس کے امر سے عالم کائنات کا ذرہ ذرہ حرکت و جنبش میں ہے۔ اور بہ طفیل ہادیِ برحق فخر انبیاء امام الانبیاء مقتداء جن و انس باعثِ ایجادِ عالم کل سرکارِ دو عالم رسولِ امین ابو القاسم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور بوسیلۂ محبوب سبحانی قطب ربانی عاشق یزدانی غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی۔ بصدقہ شیخ الشائخ پیر طریقت امام شریعت منبع علم و فضیلت حضرت غوث سید بہاول حق زکریا ملتانی، بہاولی ہاشمی قدس سرہ العزیز اور عزت فخر خاندان غوثِ اعظم عاشق رسول سراج السالکین العاشقین الصادقین الصالحین حضرت علامہ الحاج سید عبد الواحد شاہ المعروف پیر دُھمن شاہ پیر بھجردی قدس سرہٗ العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اللہ تعالےٰ نے حقیر کو یہ ہمت عطا فرمائی کہ خاکسار "تاریخ ادھم شاہی" کا مقدمہ مصنف کی حسرت کی تعمیل میں قارئین کی نظر کر رہا ہے ؂

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

لیکن اس اطمینان کے ساتھ یہ حسرت ناک منظر بھی خاکسار کی آنکھوں میں آنسوؤں کی صورت

ں سامنے ہے۔ کہ مصنف اپنی زندگی کی جہاں زکاہ محنت کا ثمر اور اپنی سعی و کوشش کا پھل خود اپنے ہاتھ سے اپنی قوم اپنی ملت اور اپنے عقیدت مندوں کی نظر نہ کر سکا۔ اور نہایت ہی حسرت کے ساتھ قلم اٹھا رہا ہوں۔ کہ مصنف نے حسن عقیدت کے جو پھول سینکڑوں چمن کدوں سے چن کر صفحۂ تحریر پر سجائے تھے۔ اس کو آستانۂ نبوت پر نہ چڑھا سکا۔ اور مصنف دل میں حب رسول مثل بلالِ حبشی لئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

ہر سبب کا ایک مسبب ہے۔ ہر فعل امر کا متقاضی ہے۔

خاکسار مورخہ ۹/۷ ۴ کو جامع مسجد پیر جھنڈو شریف میں جناب امام شریعت راہبر طریقت علامہ الحاج سید عبدالستار شاہ سجادہ نشین پیر جھنڈو شریف کے پاس کسی دنیاوی کام کے سلسلہ میں گیا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ حقیر کی پرورش اور تعلیم و تربیت آنحضرت نے خود فرمائی ہے۔ پرورش اس شفقت و مہربانی سے فرمائی کہ جناب کے الفاظ حقیر اپنی قبر میں بھی ساتھ لے جائے گا۔ کہ "جب بھی مجھے تم پر غصہ تو ضرور آتا ہے۔ مگر شفقت کے ہاتھوں اتنا مجبور ہوں کہ پھر تجھے جی بھر کے پیار بھی کرنے کو جی چاہتا ہے،، ایسے مشفق دنیا میں خوش نصیبوں کو ہی ملتے ہیں۔ خاکسار کی خوش قسمتی تھی کہ اس دن حضور نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس قبلہ عالم جناب والد صاحب کی امانت ہے۔ اور میری یہ حسرت موت کے بعد بھی پوری نہ ہو سکے گی۔ کہ وہ امانت وہ خزانہ جو مجھے عطا فرمایا گیا تھا۔ ان کی وصیت کے مطابق عوام الناس تک نہ پہنچا سکا۔ یہ الفاظ فرماتے ہوئے جناب کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ خاکسار نے جب آنکھیں اٹھا کر چہرہ انور کی طرف دیکھا۔ تو دیکھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ گردن کو نیچے کر کے عرض کی۔ کہ اے باوا جی وہ کونسی حسرت ہے۔ فرمایا تمہارے

دادا صاحب نے اپنی زندگی تحریر و تقریر و تبلیغ دین میں صرف کر دی۔ ان کی تقریر و تبلیغ کا اثر راجوں اور مہاراجوں پر اس قدر ہوا۔ کہ وہ اپنے مذاہب کو ترک کر کے آغوش اسلام میں آ گئے جس کی گواہی وادی کشمیر آج بھی بلند آواز سے دے رہی ہے۔ جس کی گواہی علاقہ کاہرو کے وسیع و عریض جنگلات کا لامحدود سلسلہ کوہستانی بھی دے رہا ہے۔ مگر ان کی تحریر کردہ قلمی نصائح میں لوگوں کی نظر نہ کرسکا۔ اس پاک و مطہر گفتگو کے دوران خاکسار بار بار چہرہ انور پر نظر ڈالتا۔ مگر چہرہ پر وہ جلال تھا جس کو گناہ کار کی آنکھیں دیکھنے سے معذور تھیں۔ اور اعلیحضرت پر بار بار عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

چند ساعت خاموشی کے بعد آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ: —

"جر جس میں تجھ سے امید رکھتا ہوں کہ تو میری اس حسرت کو پورا کرے گا"

ان الفاظ نے اول تو حقیر کے جسم میں بجلی کے کرنٹ کی طرح اثر کیا۔ اور بعد میں جسم میں کپکپی طاری ہونے لگی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ کہ خاکسار پر یہ عنایت۔ اس کے ساتھ ہی زبان کی یہ حالت ہو گئی جیسے کسی غیبی طاقت نے حلق سے زبان کو کھینچ لیا ہو۔ ذرا توقف کے بعد آنحضرت نے خود ہی فرمایا۔ منہ میری طرف کرو۔ میں خدمت میں گیا۔ حکم کے مطابق منہ کھولا۔ تو اعلیحضرت نے خاکسار کے منہ میں لب مبارک ڈالا۔ اور فرمایا جاؤ کام کرو۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔

خاکسار نے ۹/۷ ہم کو سب سے پہلے ان نصائح کی درستی شروع کر دی۔ جو دیمک کی وجہ سے بوسیدہ ہو گئے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو اعلیحضرت نے ناچیز کو "نسخہ کنز الانساب" عطا فرمایا۔ اور ساتھ ارشاد ہوا کہ جب تم یہ مکمل کر لو گے تو تمہیں انعام دیا

دیا جائے گا۔ چنانچہ خاکسار نے کنز الانساب کو مکمل کرنا شروع کر دیا۔ بہت سی تاریخی کتب نہ ملنے کی وجہ سے کنز الانساب کی تحریر میں قیمتی وقت ضائع ہو گیا۔

ٹھیک ایک سال بعد یعنی نومبر ۱۹۷۷ء کو اعلیحضرت نے مقدمہ تاریخ اُدھم شاہی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ مگر "کنز الانساب" کی تیاری اور کتب کی نایابی کی وجہ سے مزید تاخیر ہوتی گئی اب کنز الانساب تکمیل کے مراحل میں داخل ہو گیا ہے۔ الحمد للہ

زیر نظر مقدمہ "تاریخ اُدھم شاہی" حصہ اوّل اپنے کنبہ کے بزرگوں کے بے حد اصرار پر اور بحکم جناب اعلیحضرت الحاج علامہ سید عبد الستار شاہ سجادہ نشین پیر بھچر شریف کے بطور ہدیہ" اور بطور تاریخ "اُدھم شاہی" پیش کر رہا ہوں۔

میں اپنے رب حقیقی کا احسان مند ہوں۔ کہ مجھ جیسے ناچیز گناہ وسیاہ کار زوید کار پر یہ احسان فرمایا۔ میری خالق کائنات کے حضور التجا ہے۔ کہ اے مولا کل اپنے حبیب پاک کے صدقہ خاکسار و ناچیز کا سینہ کھول دے (آمین ثم آمین)

آخر میں اہل ادب حضرات سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ انسان سہو و نسیان کا عادی ہے۔ لہذا جہاں کہیں بھی خاکسار کی سہو نظر آئے اس کو طفل مکتب سمجھتے ہوئے تصحیح فرمائی جائے۔ میں اہل قلم حضرات کے تعاون کا متمنی رہوں گا۔

خاکسار

صاحبزادہ محمد جمیس اختر شاہ

پیر بھچر

حضرت سید علامہ پیر عبدالواحد شاہ المعروف پیر دھمن شاہ رح کے سوانح حیات

بہاالدین زکریا لائبریری
...نام چھمبی، تحصیل چوآ سیدن شاہ
...ع چکوال، پاکستان

نام و لنسب :۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی عبدالواحد عرفیت پیر دھمن شاہ ہے۔ والد اور والدہ کی طرف سے آپ اسدی۔ ہاشمی۔ بہاولی۔ ملتانی ہیں۔ آپ کا نسب نامہ درج ذیل ہے۔

پیر عبدالواحد شاہ بن پیر اطہر شاہ بن پیر جلال شاہ بن پیر اسمٰعیل شاہ بن پیر محمد شاہ بن جیون شاہ بن پیر متن شاہ بن ابن شاہ بن ابوالبرکات (جمال الدین) بہاالدین (زین الدین) عرف خواجہ نوری بن علی قتال شاہ بن صدرالدین ثانی بن شیراللہ شاہ بن محمد یوسف المعروف رکن الدین بن شیخ الاسلام عمادالدین بن رکن الدین بن صدرالدین حاجی بن سید اسماعیل شاہ بن صدرالدین عارف باللہ بن ابوالفتح ابوالفضل غوث بہاءالحق ذکریا ملتانی۔

ولادت باسعادت :۔ آپ کی ولادت ایک چھوٹی سی زرخیز بستی پیر پھیر شریف میں صبح صادق بروز پنج شنبہ (جمعرات) ۱۹ جمادی الاول ۱۲۹۷ سنہ ہجری مطابق ۱۸۷۷ء کو ہوئی۔ ولادت باسعادت کے کچھ دیر بعد جناب حافظ کرم الدین رح صاحب نے کانوں میں اللہ کی آواز بلند فرمائی۔ منہ مبارک میں شیرینی ڈالی۔ بعد ازاں حضرت شیخ المشائخ پیر کمال شاہ زمستانہ رح جو آپ کے تایا صاحب تھے نے کان میں کچھ فرما کر منہ مبارک میں شیرینی ڈالی اور دعائے خیر فرمائی۔

تجویز اسم مبارک :۔ حضرت پیر کمال شاہ زمستانہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک سے اسم مبارک عبدالواحد تجویز کیا گیا۔ جس کی تائید حافظ کرم الدین صاحب نے فرمائی۔ مگر آپ کی دادی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ میں نے خواب میں محبوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی کو یہ فرماتے سنا کہ نو مولود کا نام دھمن شاہ معروف کرو۔ اللہ تعالے عزیز کو رشد و ہدایت کا چشمہ بنائے گا جس سے پیاسے عاشق صادق اپنی پیاس بجھائیں گے۔ اور دُھمن دھمن کے نام سے پکاریں گے۔

واقعہ :۔ جب آپ کی عمر اڑھائی سال ہوئی۔ تو ستائیس رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ کو حضرت قدوۃ السالکین العارفین الصالحین حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ مصنف سیف الملوک سجادہ نشین دربار کھڑی شریف علاقہ میرپور آزاد کشمیر پیر بھچر شریف لائے۔ یہاں آمد کے فوراً بعد فرمایا کہ لخت جگر کو ہمارے سامنے لایا جاوے۔ ہمارے پاس ان کی امانت ہے۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں۔ کہ میں جس وقت خدمت میں پیش ہوا تو مجھے دستار مبارک عنایت فرمائی کہ غازی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہان فانی سے پردہ کرتے وقت فرمایا تھا۔ کہ موضع پیر بھچر شریف میں اطہر علی شاہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کا نام اُدھم علی شاہ ہوگا۔ میری دستار اس کو عنایت کرنی ہے۔ چنانچہ آپ کے اسم مبارک میں اُدھم علی شاہ بھی معروف ہے۔ اسی لئے اعلیحضرت نے اپنی مشہور تاریخی کتاب کا نام تاریخ ادھم شاہی رکھا ہے۔

زمانہ طفلی :۔ حضرت غوث سید عبدالواحد شاہ صاحب مادرزاد ولی تھے۔ جناب حافظ کرم الدین صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے جناب کے کانوں میں اللہ اکبر کی صدا بلند کی تو اس کے جواب میں جناب نے جل جلالہٗ کے الفاظ دہرائے۔ اسی طرح تمام اذان

کے ساتھ ساتھ جواب بھی دہراتے جاتے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مسجد میں جب بھی آذان کی آواز آتی اسی وقت آپ کے ہونٹ مبارک بھی ہلنے لگ پڑتے۔ اور اس وقت تک نہ تو دودھ ہی پیتے اور نہ ہی کھیلتے جب تک کہ نماز کا وقت ختم نہ ہو جاتا۔

جائے ولادت:۔ پیر اطہر علی شاہؒ کی رہائش کے بڑے کمرہ میں ایک لکڑی کا خوشنما ستون ہے۔ رہائشی کمرہ تو موجودہ وقت میں نہیں۔ لیکن ستون اب بھی قائم ہے۔ اس ستون سے مشرق کی جانب پانچ فٹ کے فاصلے پر ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ میرے قبلہ ارشاد فرماتے تھے۔ کہ میرے والد محترم اس ستون کے پاس عبادت فرمایا کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت:۔ ابتدائی تعلیم آپ نے والدِ محترم سے حاصل کی۔ قرآن جناب حافظ فیض بخش صاحب سے پڑھا۔

سفر:۔ جب آپ کے دل میں محبتِ الٰہی کا جذبہ اور شوق و ذوق جوش زن ہوا۔ تو آپ نے والد محترم سے شریعت و طریقت کی تعلیم کے لئے اجازت چاہی۔ نیک دل والد اور والدہ نے بخوشی اجازت فرمائی۔ آپ حصولِ علم کی خاطر برصغیر کا چپہ چپہ چھان کر مختلف علماء کرام سے علم شریعت اور طریقت میں عبور حاصل کیا۔ اور رموز و معارف قرآن سے آگاہی حاصل کی۔

تحصیل علم:۔ تحصیل علم میں آپ کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ہمت و استقلال کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔ اور حصول علم میں مگن رہے۔

مشقت و ریاضت:۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ جب میں علماء کرام سے علم حاصل

کر رہا تھا۔ تو سبق پڑھنے کے بعد سر پر غازی قلندر کی عنایت کردہ دستار مبارک رکھ کر آبادی سے باہر دور نکل جایا کرتا تھا۔

علمِ طریقت:۔ اُن ایام میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اور حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی شریف ملک کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ سے متعدد صوفیائے کرام نے کسب فیض کیا۔ اعلیٰ حضرت نے علم طریقت زیادہ تر انہیں سے حاصل فرمایا۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ میں تین سال تک دربار کھڑی شریف جاتا رہا۔ پہلا سال ہر روز خواہ گرمی ہو یا سردی۔ بارش ہو یا خشکی جایا کرتا تھا۔ دوسرے سال میاں صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر جمعرات کو آیا کرو۔ چنانچہ دوسرا پورا سال ہر جمعرات کو میاں صاحب کے پاس جایا کرتا تھا۔ جب دوسرا سال ختم ہوا۔ تو میاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ماہ کے نئے چاند کی پہلی جمعرات کو آیا کرو۔ جب تیسرا سال ختم ہوا۔ تو میاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب اب آپ اعوان شریف تشریف لے جاویں۔

بیعت:۔ آپ نے حضرت شیخ المشائخ غوث زماں قطب یزداں حضرت قاضی محمد سلطان محمود قادری اعوانی سے بیعت کی۔ تو قاضی محمد سلطان محمود صاحب نے اپنے عقیدت مندوں سے فرمایا۔ کہ غوثِ پاک محبوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانیؒ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ اٹھو اور دُھمن شاہ کا استقبال کرو۔ اس طرح آپ ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو کھانا کھلایا۔ اور جناب نے آپ کو خرقہِ ولایت عطا فرمایا۔

شادی :۔ آپ نے صرف ایک شادی کی۔ شادی کی تاریخ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۲ ہجری بروز جمعرات۔ بمقام بیل غازی۔ اعلیٰ حضرت پیر سید جعفر علی شاہ کی دختر نیک اختر سے انجام پائی۔

اولاد :۔ آپ کے چار۴ فرزند اور دو۲ دختران نیک اختر پیدا ہوئیں۔

وصال :۔ آپ کے وصال کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام شریعت وطریقت علامہ الحاج سید عبدالستار شاہ سجادہ نشین پیر بھچر شریف کے تاثرات درج ذیل ہیں۔

برادران طریقت :۔ آپ نے نہ صرف سنا ہوگا بلکہ آزمایا بھی ہوگا۔ دنیا میں محبت اور رشتہ داری کا جو سلسلہ ہوتا ہے۔ جس میں عشق اور یگانگت کے مقناطیسی جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ جن کے وصال سے خوشی اور جدائی سے دکھ اور غم پیدا ہوتا ہے۔ تمام دنیا کے رشتوں سے ماں اور باپ کا رشتہ افضل و برتر ہے۔ وفادار رفیقوں اور دوستوں اور لواحقین کی جدائی ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔ ان کی جدائی سے ایک عجیب قسم کی ہُوک اٹھتی ہے۔ اور غم کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ مگر ماں باپ کی جدائی اور پھر دائمی جدائی جس کے بعد یوم نشور سے پہلے ظاہری ملاقات کا سلسلہ قطعی محال اور ناممکن ہو۔ انسان کو کون سے منظر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان کرب انگیز حالات کا اندازہ صرف ان ہی کو ہوسکتا ہے۔ جن کا اس منزل سے گزر ہوا ہو۔ وہ اس دکھ اور درد سے خوب روشناس بھی ہیں۔ کہ یہ جدائی وبالِ جان تمام زندگی کا رونا اور تمام خوشیوں کو پامال کر دیتی ہے۔ سایہ رحمت کی جدائی اشد من الموت ہوتی ہے۔ اسی ہوا اجل کے آتشبار جھونکوں نے میری خوشیوں کے گلزار کو جھلس کر اور

میری تمناؤں کی شاخوں کو قلم کر دیا ہے۔ میری حسرتوں اور آرزؤں کا چمنستان ملک الموت نے راجوری ڈنہ شریف کشمیر کی سرسبز وادیوں میں لوٹا ہے۔ باذن اللہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے کر اس جہان فانی میں اکیلا اور تنہا چھوڑ گئے۔ قدرتی طور پر ان دنوں میری طبیعت بار گراں دل سخت منموم اور آزردگی چھائی ہوئی تھی۔ ہر وقت ہر گھڑی ہر لحظہ ہر ساعت طبیعت سخت منموم رہتی تھی۔ کہ ناگہاں :۔

مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۴۳ء بمطابق ۱۳۶۳ھ بمقام راجوری ڈنہ شریف مقبوضہ کشمیر سے ٹیلگرام موصول ہوا۔ کہ شاہباز باغ شریعت و طریقت از دار الفناہ بدار البقا رفت۔ بھر گیا تھا بجھروی خاندان کا اقبالی پرچم سرنگوں ہو گیا۔

در و دیوار سے ماتم کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ افسوس صد افسوس ہزار افسوس کہ شریعت اور طریقت کے سبزہ زاروں کی سیر کرانے والے نازو نعم کے ساتھ پالنے والے محبت کی نگاہوں سے دیکھنے والے میرے مہربان و شفیق اور دعا کرنے والے مجھے ہر گناہ سے محفوظ رکھنے والے۔ میرے قبلہ حاجات و مرادات ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئے

جنازہ

پہلا جنازہ :۔ جناب مولوی ولایت شاہ صاحب نے پڑھایا۔ جنازے میں بائیس ہزار آدمیوں نے شرکت کی۔

دوسرا جنازہ :۔ حاجی نور اللہ شاہ صاحب جن کی مرقد سوہاوہ ضلع جہلم میں ہے نے پڑھایا

تیسرا جنازہ :۔ جناب الحاج علامہ عبدالستار شاہ سجادہ نشین پیر بھچر شریف نے مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز سوموار بوقت دس بجے پڑھایا۔ جس میں چالیس ہزار آدمیوں نے شرکت کی

تربت :۔ آپ کی تربت مبارک بمقام ڈنہ شریف علاقہ راجوری مقبوضہ کشمیر میں ہے

عقائد :۔ آپ کا مسلک قادری۔ حنفی۔ سہروردی تھا۔

عبادات :۔ مجاہدہ آپ کی سرشت میں شامل تھا۔ شب بیداری آپ کی عادت میں شمار تھا۔ ہمیشہ روزہ میں رہنا آپ کا معمول تھا۔ نفس کشی آپ کا شیوہ تھا۔ ساری ساری رات نفل پڑھنے میں گزر جاتی۔ سورہ رحمٰن۔ سورہ مزمل۔ سورہ اخلاص اور کلمہ تمجید نوافل میں متعدد بار پڑھا کرتے تھے۔ مراقبہ اور یاد الٰہی ہر وقت مستغرق رہتے تھے۔

لباس :۔ آپ ہمیشہ سفید اور سادہ لباس پسند فرمایا کرتے تھے۔ ہفتے میں ایک بار تبدیل فرمایا کرتے تھے۔ اور اپنا لباس مساکین میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ کھلا کرتہ اور تہبند زیادہ پسند فرماتے تھے۔

غذا :۔ آپ کی غذا بہت سادہ تھی۔ بے شک آپ رئیس اعظم تھے۔ مگر سادہ غذا کو پسند فرماتے تھے۔ آپ دن میں صرف ایک دفعہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ مگر عقیدت مندوں کے اصرار پر بعض اوقات دو دفعہ بھی تناول فرمالیتے تھے۔

شمائل :۔ آپ کا قد مبارک چھ فٹ چھ انچ تھا۔ سینہ کشادہ رنگ گورا۔ ریش مبارک کے بال گھنے۔ بھنویں موٹی۔ چہرہ نہایت نورانی اور پر شوکت تھا۔ آواز سریلی تھی۔

اخلاق و عادات: آپ کی ذات مبارک فضائل حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ تھی۔ خاموشی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ حق بات کہنے سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ کم گوئی شعار خاص تھا۔ دنیا میں سے کسی مال کی محبت نہ تھی۔ نہ دولت۔ نہ جاگیر۔ نہ اولاد سے۔ اولاد اور بیوی سے ایک حد تک محبت تھی۔ اور اس محبت میں دینی امور میں حائل نہ ہونے دیتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں سے خاص محبت تھی۔ غرض عادات و خصائل اور صفات میں شیوۂ دینِ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پوری پوری مطابقت رکھتے تھے۔

کرامات: آپ کی تمام زندگی مجموعہ کرامات ہے۔ مگر مشتے نمونہ از خروارے درج کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت شیخ طریقت نے اپنے دنیا سے پردہ کرنے سے ایک سال پہلے اپنے تمام خاندان اور عقیدت مندوں کو بتا دیا تھا۔ آپ نے وادیٔ کشمیر میں اپنے ایک عقیدتمند سے فرمایا۔ کہ میرے لئے ایک صندوق تیار کرو۔ جس کی لمبائی چھ فٹ چھ انچ اور اونچائی تین فٹ ہو۔ اور یہ صندوق میں تجھ سے ۹ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز جمعتہ المبارک کو لے لوں گا۔ آپ نے اس جہانِ فانی سے دار البقا کو مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۴۳ء بروز جمعتہ المبارک کو سفر فرمایا۔

تصانیف: آپ کی تصانیف میں "تاریخ ادھم شاہی" "کنز الانساب" اور سفرنامہ حج قابل ذکر ہیں۔

خاکسار

صاحبزادہ محمد جلیس اختر شاہ

تفویض امانت

اس کے معانی فیضِ امانت کے ہیں۔ لفظ تفویض لغت میں دینے۔ عطا کرنے اور عنایت کرنے کے ضمن میں آتا ہے۔ اور شریعتِ محمدیؐ میں تفویض امانت سے مراد اولیاءاللہ کے نزدیک ولایت کی وہ امانت جو کوئی مُرشد۔ مردِ قلندر۔ پیر۔ ولی۔ قدوسیٔ نفس۔ شیخ کسی قابل اور اہل شخص کو عطا فرماتے ہیں۔

امانت :۔

امانت کا دار و مدار امانت دہندہ اور امانت گرینده پر ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں امانت سے مراد امانتِ ولایت ہے۔ اس لئے یہ لازم ہے۔ کہ امانت دہندہ اور امانت گرینده میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوں۔ جو کہ ایک عاشقِ صادق اور ولی اللہ میں پائی جاتی ہیں۔ اولیاکرام کا بہت بڑا مقام ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ علیھم وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ

رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ " اولیاءاللہ پہاڑوں کی مانند ہیں۔ کوئی مصیبت کوئی آفت ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتی "۔

تفویض امانت اولیاءاللہ اپنے دنیا سے پردہ کرتے وقت اس شخص کے سپرد کر جاتے ہیں۔ جو اس کا اہل ہو۔ تاریخ اسلام میں تفویض امانت کی بے شمار روایات موجود ہیں۔ جن پر متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

درج ذیل ایک روایت بسلسلہ تفویضِ امانت بھروی خاندان کی پیش نظر ہے۔ بھروی خاندان میں علامہ الحاج پیر عبدالواحد شاہ المعروف پیر دُھمن شاہ درجہ ولایت میں کمالیت رکھتے تھے۔ اور ان کی ولایت اظہر من الشمس ہے۔ آپ کی ولایت سے کئی صوفیائے کرام فیض یاب ہوئے۔

شیخ المشائخ امام شریعت و طریقت علامہ موصوف نے عالم سفلی سے عالم برزخ کی تیاری کی۔ تو آپ کی زبانِ مبارک پر کلمہ طیبہ۔ درود شریف اور سورۃ یٰسین کا ورد جاری تھا۔ شاہدین کے قول کے مطابق موصوف کے جسم کے بال بال سے وردِ خدا نکل رہا تھا۔ تو اس وقت آپ نے اپنے فرزند ارجمند جن کو آپ دل و جان سے چاہتے تھے۔ جن کی ناز و نعم کا خاص خیال فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سفر آخرت پر اپنے عقیدت مندوں سے ارشاد فرمایا۔ میری لاش کا کوئی وارث نہیں ما سوائے "حمیدو کے" آپ کے فرزند ارجمند کا نام نامی اسم گرامی صاحبزادہ حضرت عبدالحمید شاہ ہے۔ ولی موصوف آپ کو پیار سے "حمیدو" بلایا کرتے تھے۔ سفر آخرت کے چند ساعت پہلے آپ نے محبوبانہ انداز میں اپنے فرزند ارجمند کو اس طرح یاد فرمایا۔

"حمیدو میرے نزدیک آ۔ میرے پاس ایک امانت ہے۔ جو میں تیرے سپرد کر رہا ہوں اور وہ امانت امانتِ ولایت ہے۔ اپنا منہ کھول۔ جب صاحبزادہ موصوف نے اپنا منہ مبارک کھولا تو آنحضرت نے اپنی لب مبارک منہ میں ڈالی۔ کچھ پڑھ کر سینے پہ پھونکا اور دعا فرمائی" تفویضِ امانت کی مثال لوگوں کے سامنے ہے کہ صاحبزادہ موصوف علاقہ ملتان میں ایک اجنبی کی صورت میں تشریف لے گئے تھے مگر آج اس علاقے کا ذرّہ ذرّہ آپ کے فیوض سے سیراب ہو رہا ہے۔

صاحبزادہ محمد جرجیس اختر شاہ

اسلامک لائبریری
آسید نشاہ
ضلع چکوال
موضع

ملنے کا پتہ

گوشہ ادب

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ پیر بھچر شریف ڈاک خانہ دینہ
تحصیل و ضلع جہلم

باب :- اوّل

تعداد ایک ہزار